مقتل ابو مخنف کا تفتیشی مطالعہ

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

ابومخنف لوط بن یحییٰ بلاشبہ واقعۂ کربلا کی تاریخ کا قدیم ترین مصنف ہے چنانچہ چوتھی صدی ہجری کی قدیم کتاب ''فہرست ابن ندیم'' میں بھی اس کے تصانیف میں ''کتاب مقتل الحسین علیہ السلام'' کا ذکر موجود ہے۔ اس کے علاوہ بھی اسلامی تاریخ کے اہم واقعات پر اس کے کثیر التعداد تصانیف کا ذکر ہے، جن میں واقعہ کربلا اور اس کے اسباب ونتائج کے سلسلہ میں حسبِ ذیل کتابوں کے نام ہیں:

کتاب الجمل، کتاب صفین، کتاب مقتل علیؑ، کتاب مقتل حجر بن عدی، کتاب مقتل محمد بن ابی بکر والاشتر ومحمد بن ابی حذیفہ، کتاب الشور فی قتل عثمان، کتاب وفاۃ معاویہ وولایۃ ابنہ یزید ووقعۃ الحرّہ، کتاب المختار بن ابی عبید، کتاب سلیمان بن صرد وعین الوردۃ، یہ کتابیں تیسری اور چوتھی صدی تک بلاشبہ موجود تھیں، چنانچہ مسعودی، طبری اور ابوحنیفۂ دینوری ایسے سنی مورخ اور اسی دور کے جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ شیعہ مورخ سب نے ابومخنف سے واقعات نقل کئے ہیں۔

ابومخنف کا نام ونسب ''لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف بن سلیم ازدی'' ہے۔ یہ مخنف بن سلیم جو ابومخنف کے پردادا ہیں، صحابۂ رسولؐ میں سے جناب امیر علیہ السلام کے اصحاب میں تھے جیسا کہ ابن الندیم نے لکھا ہے:

كَانَ مَخْنَف بنُ سلَيم مِنْ اَصحابِ عَليٍ- وَرَوَیٰ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم-

مخنف بن سلیم حضرت علی - کے اصحاب میں سے تھے اور انھوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی روایت کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ قسم اول میں ان کا نسب اس طرح لکھا ہے: مخنف بن سلیم بن حارث بن عوف بن ثعلبہ بن عامہ بن ذہل بن ماذن بن ذیبان بن ثعلبہ ازدی غامدی۔

عوام کے ایک طبقہ میں ابومخنف کے متعلق یہ عجیب افواہی روایت رہی ہے کہ وہ واقعہ کربلا میں ابن زیاد کی فرستادہ فوج میں واقعہ نگار کی حیثیت سے شامل تھا، اس کی قطعاً کوئی اصلیت نہیں ہے بلکہ وہ واقدی اور مدائنی وغیرہ کی طرح کا ایک مورخ ہے۔ چنانچہ ابن ندیم نے ان ہم پلہ مورخین کے موازنہ میں علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابومخنف عراق اور اس کے حالات وفتوحات میں دوسروں سے امتیاز رکھتا ہے، اور مدائنی خراسان اور ہندوستان اور اس کی تاریخ میں بڑھا ہوا ہے اور واقدی حجاز اور سیرت نبویؐ کے حالات میں اور شام کے فتوحات کے بارے میں، یہ سب یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔

اس کے دوسرے بعض معاصرین کی بھی واقعۂ کربلا کے سلسلہ میں کتابیں ان کے حالات میں درج ہیں لیکن جیسا

کہ لکھا گیا ابومخنف نے اس واقعہ اور اس کے اسباب ونتائج کے متعلق متعدد تصانیف سپردِ قلم کئے اور بلاشبہ واقعہ کربلا کے کسی بھی تاریخ نگار کے لئے اس کے تصانیف کی وہ اہمیت ہے جو اس کے بعد کی لکھی ہوئی تاریخوں کی نہیں ہوسکتی، مگر دست بردِ زمانہ نے اس کے کثیر التعداد تصانیف میں سے جو واقعات اسلامی پر تھے، ایک کو بھی ہم تک پہنچنے نہ دیا۔ اور ہمارے علم میں اس وقت روئے زمین پر کہیں اس کے ان تصانیف کا پتہ نہیں ہے۔

صرف ایک کتاب ''مقتل ابومخنف'' کے نام سے خاص واقعۂ کربلا کے متعلق دنیا میں پائی جاتی ہے اور اگر وہ واقعی مقتل ابومخنف ہے جو اس کے قلم سے معرضِ تحریر میں آیا تھا تو اس کی عظیم تاریخی اہمیت ہوگی، چنانچہ اس کی اسی شہرت کی وجہ سے اسے کئی مرتبہ ایران میں طبع کیا گیا۔ علٰحدہ بھی اور بحارالانوار علامہ مجلسی جلد عاشر کے ضمیمہ کے طور پر بھی۔ اور ایران میں کسی آقا محمد طاہر بن محمد باقر الموسوی نے بھی اس کا فارسی ترجمہ کیا جس میں دو چار جگہ کچھ مختصر سا نقد وتبصرہ بھی ہے اور حاشیہ پر اصل متن بھی درج ہے۔ یہ ۱۳۲۲ھ میں طبع ہوا۔ اس کا نام ''مِفْتَاحُ البُکا'' ہے۔

حیدرآباد کے جناب سید حسن علی صاحب فغاںؔ مرحوم نے اس فارسی ترجمہ کو سامنے رکھ کر اس کا اردو میں ترجمہ کیا، جو غالباً ابھی طبع نہیں ہوا ہے۔

مگر سب سے پہلے چونکانے والی یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے جن مورخین نے ابومخنف کے حوالہ سے جو واقعات درج کئے ہیں، وہ اس مقتل ابومخنف میں نہیں ہیں اور اس مقتل میں جو باتیں ہیں وہ اس دور کے مورخین نے اپنی کتابوں میں درج نہیں کی ہیں۔

اس پہلو پر گذشتہ صدی میں جب کہ یہ مقتل رائج ہو چکا تھا بعض مولفین کو توجہ ہوئی، چنانچہ ملا آقا دربندی نے اسرار الشہادت میں اس مقتل سے کچھ روایات کو درج کرنے کے بعد لکھا:

مَا نَقَلْنَا اَوَّلاً عَنِ الْکِتَابِ الصَّغِیْرِ لِاَبِی مَخْنَفٍ اَمَّامَا نَقَلَهُ عَنْهُ هٰؤُلَاءِ الْفُضَلَاءِ فَلَعَلَّهُ هُوَ الْمَذْکُوْرُ فِی کِتَابِهِ الْکَبِیْرِ وَلَمْ یَحْضُرْنِی الْاٰنَ۔

جو روایات ہم نے پہلے درج کئے وہ ابومخنف کے چھوٹے مقتل سے ماخوذ ہیں، اور سابق کے حضرات نے جو روایات درج کئے ہیں وہ شاید اس کی بڑی کتاب میں ہوں گے، اور وہ اس قت میرے سامنے نہیں ہیں۔

حالانکہ اول تو جن مصنفین کی کسی موضوع پر دو کتابیں ہوتی ہیں چھوٹی اور بڑی، ان کے حالات میں فہرست تصانیف میں اس کا ذکر موجود ہوتا ہے جس کی نظیریں بہت ہیں۔ مگر ابومخنف کے حالات میں کسی نے نہیں لکھا ہے کہ اس کی مقتل الحسینؑ کے نام سے دو کتابیں ہیں، ایک مختصر اور ایک طولانی۔

پھر یہ کہ مختصر اور طولانی کا فرق صرف اتنا ہونا چاہئے کہ جو واقعات ان علماء نے درج کئے، ان میں سے بعض اس مختصر میں نہ ہوتے، نہ کہ اس مختصر میں ایسی بہت سی باتیں درج ہوتی جو اس بڑی کتاب میں نہیں ہیں، اور اس لئے

دوسرے علماء نے اپنی کتابوں میں انھیں نہیں لکھا ہے جیسا کہ ہمارے بعد کے تفتیشی جائزہ سے ظاہر ہوگا۔

پھر یہ کہ چونکہ ملا آقا دربندی کے زمانہ میں دنیا کے باہمی مواصلات کے ذرائع کم تھے، اس لئے انھوں نے بنظر احتیاط اپنی کوتاہی معلومات کا اندیشہ کرتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ وہ بڑا مقتل میرے سامنے نہیں ہے، لیکن اب جب کہ ذرائع مواصلت اطراف دنیا کے درمیان اتنے ہوگئے ہیں کہ تقریباً تمام بڑے بڑے کتب خانوں کے موجودہ ذخیروں کا علم ایک مصنف کو اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے ہوجاتا ہے کہ یہ کتاب کہاں موجود ہے مگر ہمارے علم میں اس مقتل ابومخنف کے علاوہ جو ہاتھوں میں موجود ہے دنیا میں مقتل ابومخنف نام کی اس بڑی کتاب کا کہیں بھی پتہ نہیں ہے۔

اسی بناء پر ہمارے مشائخ روایت میں سے آقا حاج شیخ قمی علیہ الرحمہ نے جو اپنے استاد علامہ نوری کے بعد کے ان گنے چنے وسیع النظر محدثین میں سے تھے جنھیں اس دور کے مجلسی کی حیثیت حاصل تھی، یہی رجحان ظاہر کیا ہے کہ اس مقتل ابومخنف کی جو اس وقت رائج ہے کوئی تاریخی حیثیت نہیں ہے۔

میں بھی شروع سے یہی خیال رکھتا ہوں جسے اپنی بعض کتابوں میں لکھ بھی چکا ہوں۔

کچھ عرصہ قبل غور سے بالاستیعاب اس مقتل کو شروع سے آخر تک پڑھا تو اس خیال میں مزید قوت پیدا ہوگئی کہ وہ مقتل ابومخنف جس سے قدیم مورخین نے روایات نقل کئے کوئی اور تھا اور اسے اب بس اُن تاریخوں کی مدد سے کسی حد تک مرتب کیا جاسکتا ہے لیکن اس کا کتابی صورت میں اس وقت کہیں پتہ نہیں ہے۔

اور یہ جو مقتل ابومخنف کے نام سے موجود ہے، بالکل بے اصل چیز ہے۔ اور جیسا کہ ابھی اس کے مندرجات کے سامنے آنے سے ظاہر ہوگا۔ اسے قبول عام بھی حاصل نہیں ہوا ہے اور بعض اجزا اس کے دین یا تاریخ کے قطعی حقائق سے متصادم ہیں جنھیں رد کرنا لازم ہے۔ ملاحظہ ہوں ذیل کے مندرجات:

[۱]

سلیمان بن صُرد خزاعی، مسیب بن نجبہ اور سعید بن عبداللہ حنفی کا بعد تکمیل صلح امام حسنؑ کے پاس آنا اور آپ کے طرزِ عمل سے اختلاف ظاہر کرنا۔ اس کے بعد ہے خود اُن اشخاص کی زبانی:

فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهٖ وَ خِلْنَا عَلٰی اَخِیْهِ الْحُسَیْن علیہ السلام وَهُوَ یَاْمُرَ غِلْمَانَهٗ بِالْخُرُوْجِ اِلَی الْمَدِیْنَةِ ثُمَّ جَائَنَا وَجَلَسَ مَعَنَا سَلَّمَ عَلَیْنَا فَرَدَدْنَا عَلَیْهِ السَّلَامُ فَرَای فِی وُجُوْهِنَا الْکَابَةَ وَالْحُزْنَ فَسَبَقْنَا بِالْکَلَامِ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ کَمَا هُوَ اَهْلُهٗ اِنَّ اَمَرَ اللّٰهِ کَانَ قَدْرًا مَقْدُوْرًا اِنَّهٗ کَانَ اَمْرًا مَقْضِیًّا وَاللّٰهِ لَوِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَی الَّذِیْ کَانَ اَنْ لَایُکُوْنَ لَمَا اسْتَطَاعُوْا وَلَقَدْ کُنْتُ طِیبَ النَّفْسِ اَنْ لَا یَکُونَ الَّذِیْ کَاْنَ حَتّٰی عَزِمَ عَلٰی اَخِیْ الْحَسَن علیہ السلام وَنَاْشَدَنِیَ اللّٰهُ اَنْ لَا اَنْفُذَ اَمرًا اَوْ لَا اُحَرِّکَ سَاکِنًا فَاَطَعْتُ وَکَاْنَ یَجْدَعُ جَادِعْ اَنْفِیْ بِالسَّکَاکِیْنَ وَیَشْرَحُ لَحْمِیْ بِالْمَنَاشِیْرِ قَاطِعَةً کُرْهًا وَقَدْ کَانَ

صُلْحًا مَیْشُوْ مًا وَ بَیْعَۃً کُنْتُ لَھَا کَارِھًا۔

اس کے بعد ہم آپ کے پاس سے باہر نکلے اور اب آپ کے بھائی امام حسینؑ کے پاس آئے درآنحالیکہ آپ اپنے غلاموں کو مدینہ کی طرف روانگی کے متعلق ہدایات فرما رہے تھے، جس کے بعد آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور سلام و جواب سلام کے بعد ہمارے پاس بیٹھے تو آپ نے ہمارے چہروں سے رنج و ملال محسوس کیا، تو خود کلام میں ابتدا فرمائی۔ اور کہا کہ بہرحال اللہ کے لئے حمد ہے جو اس کے شایانِ شان ہے، اللہ کا حکم فیصلہ تقدیر کی حیثیت رکھتا ہے اور جو کچھ اس وقت ہوا ہے وہ بھی قضائے الٰہی کا نتیجہ ہے۔ بخدا تمام آدمی اور جنات مل کر کوشش کرتے کہ جو ہوا وہ نہ ہو تو وہ ایسا نہ کر سکتے، اور میری خوشی یہ تھی کہ جو ہوا یہ نہ ہو مگر بھائی حسنؑ نے مجھے قسم دی کہ میں کوئی بات نہ کروں اور ذرا بھی جنبش سے کام نہ لوں تو میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی، حالانکہ مجھے محسوس یہ ہوتا تھا کہ کوئی میری ناک چھریوں سے کاٹ رہا ہے اور میرے گوشت کو کوئی آروں سے چیر رہا ہے، پھر بھی میں نے مجبوراً ان کا کہنا مانا اور یہ بڑی بدبختیانہ صلح تھی اور ایسی بیعت تھی جسے میں قطعی ناپسند کرتا تھا۔

ہم نے اپنی کتابوں میں قطعی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ امام حسینؑ بھی صلح امام حسنؑ سے متفق تھے، چنانچہ آپ وفات امام حسنؑ کے بعد بھی دس برس تک اسی صلح کے جادے پر قائم رہے۔

[۲]

معاویہ کی موت کے وقت یزید شکار کے لئے گیا ہوا تھا اور اسے شکارگاہ میں اس کی اطلاع ہوئی۔ مگر اس مقتل میں ہے کہ:

کَانَ یَزِیْدُ غَائِبًا عَنْہُ وَ ذُکِرَ اَنَّہٗ کَانَ وَالِیًا عَلٰی حِمَصٍ۔

یزید وہاں موجود نہ تھا اور بیان کیا گیا ہے کہ وہ حمص کا گورنر تھا۔

اس کے بعد لکھا ہے:

وَ دَخَلَ یَزِیْدُ دَارَہٗ لَمْ یَخْرُجْ اِلَی النَّاسِ اِلَّا بَعْدِ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ فَلَمَّا کَانَ الْیَوْمُ الرَّابِعُ خَرَجَ اَشْعَثُ اَغْبَرُ فَجَلَسَ فَلَمْ یَدْرُوْا یُعَزُّوْنَہٗ اَمْ یُھَنِّئُوْنَہٗ۔

اور یزید اپنے گھر میں چلا گیا اور تین دن سے پہلے گھر کے اندر سے نہیں نکلا۔ جب چوتھا دن ہوا تو وہ نکلا اس طرح کہ بال پریشان تھے اور گرد و غبار پڑا ہوا تھا۔ لوگوں کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ تعزیت ادا کریں یا مبارکباد دیں۔

اس کے بعد ہے:

ثُمَّ دَخَلَ عَلَیْہِ الضَّحَّاکُ بْنُ قَیْسٍ دَفَعَ الْوَصِیَّۃَ فَلَمَّا اَتٰی اِلٰی اٰخِرِھَا بَکٰی حَتّٰی غُشِیَ عَلَیْہِ۔

پھر ضحاک بن قیس اس کے پاس آیا اس نے معاویہ کا وصیت نامہ دیا۔ اسے پورا پڑھ لیا تو وہ اتنا رویا کہ اسے غش آ گیا۔

یہ تمام باتیں تاریخی حیثیت سے عجائبات میں داخل ہیں۔

[۳]

ولید نے جب بیعت یزید کا مطالبہ امام حسینؑ کے

سامنے پیش کیا تو اتنا درست ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میری خفیہ بیعت پر تو راضی نہ ہو گے جب تک اس کا اعلان نہ ہو، اس نے کہا بیشک۔ آپ نے فرمایا ''پھر ابھی کیا ہے؟ جب مسجد میں لوگوں کو جمع کرنا اور سب سے بیعت کا مطالبہ کرنا تب مجھ سے بھی کہنا۔ پھر جو مناسب جواب ہوگا، وہ جواب دیا جائے گا۔''

مگر اس مقتل میں یہاں پر یہ فقرہ زائد ہے کہ:

اِنْ خَرَجْتَ اَیُّهَا الْاَمِیْرُ اِلَی النَّاسِ وَدَعَوْتَهُمْ اِلَی الْبَیْعَةِ کُنْتُ اَوَّلَ مُبَایِعٍ۔

جب باہر نکلئے گا اے امیر! تمام لوگوں کے مجمع میں اور انھیں بیعت کی دعوت دیجئے گا تو میں سب سے پہلے بیعت کرنے والا ہوں گا۔

اس فقرہ کی نسبت امام کی طرف قطعاً درست نہیں ہے۔

[۴]

جناب مسلمؑ سے بیعت کرنے والے اٹھارہ ہزار مشہور ہیں۔ بعض کتابوں میں بارہ ہزار کی تعداد ہے۔ مگر اس مقتل میں ہے:

بَایَعَهُ فِی ذٰلِکَ الْیَوْمِ ثَمَانُوْنَ اَلْفَ رَجُلٍ۔

اسی دن اسّی ہزار آدمیوں نے ان کی بیعت کی۔

[۵]

ص ۴۱　　جناب مسلمؑ جب ہانی کے مکان میں تھے تو برابر لوگوں کی بیعت کا سلسلہ آپ سے جاری تھا اور تمام لوگ اس وقت تک بیعت پر قائم تھے جب تک کہ ہانی گرفتار ہوئے ہیں۔ اور آپ ابن زیاد سے جنگ کے لئے نکلے ہیں۔ لوگوں کا آپ کی بیعت سے انحراف کرنا اور آپ کو تنہا چھوڑنا ایک دن کی جنگ کے بعد ہے۔

مگر اس مقتل میں ابن زیاد کے کوفہ میں داخلہ کے بعد ہی ہے کہ ابن زیاد نے پہلا خطبہ پڑھا:

فَلَمَّا سَمِعَ اَهْلُ الْکُوْفَةِ جَعَلُوْا بَعْضُهُمْ یَنْظُرُ بَعْضًا وَیَقُوْلُوْنَ مَالَنَا وَالدُّخُوْلُ عَلَی السَّلَاطِیْنِ فَنَقَضُوا بَیْعَةَ الْحُسَیْنِ علیہ السلام وَبَایَعُوا یَزِیْدَ بِلَا دِرْهَمٍ وَلَا دِیْنَارٍ قَالَ اَبُوْ مَخْنَفٍ وَکَانَ مُسْلِمُ بْنُ عَقِیْلٍ قَدْ اَصْبَحَ کی دار القوم موکو عالم یَخْرُج لِلصَّلٰوةِ فَلَمَّا کَانَ وَقْتُ الظُّهْرِ خَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ فَاَذَّنَ وَقَامَ وَصَلّٰی وَحْدَهُ وَلَمْ یُصَلِّ مَعَهُ اَحَدٌ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ فَاِذَا هُوَ بِغُلَامٍ فَقَالَ یَا غُلَامُ مَافَعَلَ اَهْلُ هَذَا الْمِصْرِ فَقَالَ یَا سَیِّدِیْ نَقَضُوْا بیعَةَ الْحُسَیْنِ بَایَعُوا یَزِیْدَ فَلَمَّا سَمِعَ کَلَامَ الْغُلَامِ صَفَّقَ یَدًا عَلٰی یَدٍ وَخَرَجَ یَخْتَرِقُ الشَّوَارِعَ حَتّٰی بَلَغَ مَحَلَّهُ بَنِیْ خُزَیْمَةَ فَوَقَفَ هُنَاکَ بِاِزَاءِ بَیْتٍ شَاهِقٍ فَخَرَجَتْ مِنْ ذٰلِکَ الْبَیْتِ جَارِیَةٌ فَقَالَ لَهَا لِمَنْ هٰذِهٖ فَقَالَتْ لِهَانِی بنْ عُرْوَةٍ۔۔۔الخ

تو جب اہل کوفہ نے سنا، ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور کہنے لگے ہمیں بادشاہوں کے معاملات میں واقعی دخل دینے کی کیا ضرورت! اور سب نے امام حسینؑ کی بیعت توڑ دی۔ اور بغیر کسی روپۓ پیسے کے یزید کی بیعت کر لی اور مسلمؑ بن عقیل ان لوگوں کے گھر میں جن کے یہاں

تھے، بیمار ہوگئے تھے، اس لئے نماز کے لئے برآمد نہیں ہوئے تھے اب جو ظہر کا وقت آیا اور وہ مسجد کی طرف نکلے تو اذان دی اور اقامت کہی اور اکیلے نماز پڑھی اور کسی نے ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھی، تو جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوئے، تو ایک لڑکا سامنے آیا، انھوں نے پوچھا ارے بچے، یہ اس شہر والوں نے کیا کیا؟ کہا حضور! سب نے حضرت امام حسینؑ کی بیعت توڑ دی اور یزید سے بیعت کر لی۔ اس لڑکے سے یہ بات سن کر مسلمؑ ہاتھ ملنے لگے۔ اور نکلے سڑکوں کو طے کرتے ہوئے یہاں تک کہ محلہ بنی خزیمہ میں پہنچے تو وہاں ایک عالیشان مکان نظر آیا، جس کے سامنے وہ ٹھہر گئے، تو اس مکان سے ایک کنیز باہر نکلی، انھوں نے پوچھا کہ یہ مکان کس کا ہے؟ اس نے کہا ہانی بن عروہ کا۔

اس طرح جو صورت حال طوعہ کے گھر تک پہنچنے کی تھی، وہ ہانی کے گھر تک پہنچنے میں درج کی گئی ہے۔ حالانکہ پھر اس کے بعد مسلم بن عوسجہ کا لوگوں سے آپ کی بیعت لینا اور معقل کا پہنچنا اور ابوثمامہ صائدی کا اسلحہ کی خریداری کے کام کو انجام دینا، اس سب کا ذکر ہے، جس کی گذشتہ بیان کے بعد کوئی گنجائش معلوم نہیں ہوتی۔

[۶]

ہانی کا دربار ابن زیاد میں جانا اور گفتگو کے بعد ابن زیاد کی سخت کلامی اور چھڑی سے ان پر ضرب لگانا تو بہت تاریخوں میں ہے مگر اس مقتل میں ہانی کا ابن زیاد پر حملہ آور ہونا اور دربار کے تقریباً پچیس اشخاص کو قتل کر دینا مذکور ہے جو بالکل نئی چیز ہے۔

ہانی کے قتل کے بعد جناب مسلمؑ کا ان کے مکان سے نکلنا مذکور ہے اور چونکہ صاحب مقتل جناب مسلمؑ کا تنہا رہ جانا پہلے ہی لکھ چکا ہے، اس لئے اب وہ جناب مسلمؑ کی کوئی جنگ درج نہیں کرتا، بلکہ لکھتا ہے:

خَرَجَ مِنَ الدَّارِ الَّتِیْ کَانَ فِیْهَا یَخْتَرِقُ الشَّوَارِعَ وَالْمَحَالَّ حَتّٰی خَرَجَ مِنَ الْکُوْفَةِ وَاَتٰی اِلَی الحِیْرَةِ

وہ اُس گھر سے جس میں تھے نکلے، سڑکوں اور محلوں سے گزرتے ہوئے، یہاں تک کہ کوفہ سے باہر نکل گئے اور حیرہ کی طرف پہنچ گئے۔

اور اب وہ طوعہ کے گھر پر پہنچے ہیں۔ طوعہ سے صبح کو جناب مسلمؑ نے اپنا خواب بیان کیا کہ:

اِنِّیْ رَقَدْتُ فَرَاَیْتُ عَمِّیَ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ علیہ السلام وَهُوَ یَقُوْلُ لِیْ اَلْوَحَا اَلْوَحَا اَلْعَجَلَ اَلْعَجَلَ۔

میں سویا تو میں نے اپنے چچا جناب امیرؑ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں جلدی آؤ، جلدی آؤ۔

[۷]

عام طور سے معلوم تو یہ ہے کہ جناب مسلمؑ کے قاتلوں میں بکر بن حمران خاص شخص تھا مگر اس مقتل میں جناب مسلمؑ کی جنگ میں ہے:

فَاخْتَلَفَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ بِکْرِ بْنِ حَمْرَانَ ضَرَبَاتٌ وَطَعَنَاتٌ فَعَاجَلَهٗ مُسْلِمٌ فَضَرَبَهٗ عَلٰی اُمِّ رَاْسِهٖ فَقَتَلَهٗ ثُمَّ عَطَفَ عَلٰی اٰخَرَ فَقَتَلَهٗ۔

ان میں اور بکر بن حمران میں تلوار اور نیزہ کے کئی

واروں کی ردّ و بدل ہوئی تو مسلمؑ نے تیزی سے کام لے کر اس کے سر پر تلوار ماری اور اسے قتل کر دیا، پھر ایک اور کی طرف مڑے اور اسے قتل کر دیا۔

[۸]

ابن زیاد کے دربار میں عمر سعد سے جو وصیتیں جناب مسلمؑ نے فرمائیں، اس وصیت کا اس مقتل میں یہ جز ہے کہ:

اَنْ تَكْتُبُوْا اِلٰى سَيِّدِى الْحُسَيْنِ اَنْ يَرْجِعَ عَنْكُمْ فَقَدْ بَلَغَنِىْ اَنَّهٗ خَرَجَ بِنِسَائِهٖ وَاَوْلَادِهٖ۔

میرے آقا حسینؑ کو تم لوگ یہ خط لکھ دو کہ وہ واپس جائیں کیونکہ مجھے خبر معلوم ہوئی ہے کہ وہ اپنے اہل حرم اور بچوں کو لے کر روانہ ہو گئے ہیں۔

یہ اس لئے درست نہیں کہ جناب امام حسینؑ تو مکہ معظّمہ سے عین اسی تاریخ یا صرف ایک دن کے فرق کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ جناب مسلمؑ کو اس کی خبر کیونکر پہنچ سکتی تھی؟

[۹]

امام حسینؑ کی مکہ سے روانگی جس طرح لکھی ہے، وہ بھی عجیب ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ جناب مسلمؑ وہانی کی خبر نہ آنے سے گھبرا کر مکہ سے روانہ ہوئے اور پھر مدینے تشریف لے گئے، وہاں قبر رسولؐ سے رخصت ہوئے اور محمد بن الحنفیہ سے گفتگو فرمائی اور انھوں نے کہا کہ مکہ پھر واپس جائیے مگر آپ عراق کے ارادہ پر قائم رہے اور وجہ اس کی فقط مسلمؑ کی خبر نہ آنے سے پریشانی۔ یہ باتیں سب غیر مقبول حیثیت رکھتی ہیں۔

[۱۰]

ابن عباس نے جو گفتگو کی تھی وہ مکہ معظّمہ میں تھی مگر یہاں ابن عباس بھی مدینہ ہی میں آئے اور انھوں نے اپنی رائے دی اور پھر عبداللہ بن زبیر بھی مدینہ ہی میں پہنچ گئے اور گفتگو کی، یہ باتیں بالکل غلط ہیں۔

[۱۱]

اس مقتل میں بھی مثل دیگر کتب کے یہ تصریح ہے کہ مسلمؑ اور ہانی کی شہادت کے بعد:

اَنْفَذَ بِرُؤُسِهَا اِلٰى يَزِيْدَ۔

اُن کے سر یزید کے پاس بھجوا دیئے۔

مگر اس کے بعد کوفہ سے جناب مسلمؑ وہانی کی خبر شہادت امام کے پاس پہنچنے کے حال میں دونوں کوفہ سے آنے والوں کی زبانی ہے:

رَاَيْنَا رُؤُسَهُمَا فِى الْاَسْوَاقِ يَلْعَبُ بِهِمَا الصِّبْيَانُ۔

ہم نے ان دونوں کے سر بازاروں میں دیکھے کہ بچے ان سے کھیل رہے ہیں۔

جو نا قابل قبول ہے، اس روایت کے راوی کا نام بھی بالکل نیا ہے۔ عدی حرملہ بن عبد ربہ۔

[۱۲]

فوج حر کو پانی پلانے کے ذیل میں یہ ندرت ہے کہ جب فوج حر سامنے آئی تو حر نے کہا:

يَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ اِسْقِنَا الْمَاءَ۔

اے ابوعبداللہ! ہمیں پانی پلوایئے۔

اس پر حضرت نے فرمایا:

رَحِمَ اللّٰہُ مَنْ سَقَاھُمْ وَاَسقَیٰ خُیُوْلَھُمْ۔

اللہ رحمت اتارے اس پر جو انھیں سیراب کرے اور ان کے گھوڑوں کو بھی سیراب کرے۔

ہمیں جو معلوم ہے وہ یہ ہے کہ خود حضرت نے ان کی تشنگی کی حالت دیکھ کر اپنی جماعت سے فرمایا:

اِسقُوْا الْقَوْمَ وَرَشِّفُوا الْخَیلَ تَرْشِیْفًا۔

ان لوگوں کو پانی پلا دو اور گھوڑوں کو بھی ایسا سیراب کرو جو سیراب کرنے کا حق ہے۔

اسی روایت کے ذیل میں علی بن طعان محاربی کا نام بھی محفوظ ہے جس سے امام نے فرمایا تھا: انخ الرّوایة ''شترِ آب کش کو بٹھالے'' اور پھر حضرت نے خود اسے پانی پلایا تھا۔ مگر اس کتاب میں اس کا نام علی بن یقطان درج ہے۔ یہ ممکن ہے چھاپہ کی غلطی ہو۔

[۱۳]

کوفہ سے آ کر چار آدمی راستے میں امام حسینؑ سے ملحق ہوئے، ان کے ساتھ طرماح بن عدی تھے، ہمیں معلوم ہے کہ وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

یَانَاقَتِیْ لَاتَذْعَرِیْ مِنْ زَجْرٍ۔۔۔الخ

یا ناقتی کے معنی ہیں ''اے میری اونٹنی'' اس میں مخاطب خود اپنے ناقہ کو بنایا ہے جو عربوں کے رجز کے طریقے پر ہے، مگر اس مقتل میں ہے:

اَخَذَ بِزِمَامِ نَاقَةِ الْحُسَیْنِ علیہ السلام وَاَنْشَأَ یَقُوْلُ: یَا نَاقَتِیْ لَاتَذْعَرِیْ مِنْ زَجْرِیْ۔۔۔الخ

انھوں نے امام حسینؑ کے ناقہ کی مہار ہاتھ میں لی اور کہنے لگے: ناقہ! میری ڈانٹ ڈپٹ سے گھبرانا نہیں۔۔۔الخ

آخر امام کے ناقہ کی مہار تھام کر یہ کہنے کا کیا موقع تھا؟

[۱۴]

ہمیں تاریخ سے یہ علم ہے کہ ملک رے کی حکومت کا پروانہ ابن سعد کو پہلے مل چکا تھا اور جب کربلا کی مہم درپیش ہوئی تو اس سے ابن زیاد نے کہا کہ پہلے اس مہم کا سرانجام کردو، پھر رے کی حکومت پر جانا اور ابن سعد نے اس کی تعمیل میں ٹال مٹول سے کام لیا تو اس نے کہا کہ پھر حکومت رے کا پروانہ واپس کردو۔ اس پر عمر سعد کربلا جانے پر تیار ہوگیا۔ مگر اس مقتل میں ہے:

ثُمَّ اِنَّ ابْنَ زِیَادٍ نَادیٰ بِعَسْکَرِہٖ وَقَالَ مَنْ یَاتِیْنِیْ بِرَأسِ الْحُسَیْنِ وَلَہٗ لَمُلْکُ الرَّیْ عَشْرَ سِنِیْنَ فَقَامَ اِلَیْہِ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ فَقَالَ اَنَا اَیُّھَا الْاَمِیْنُ فَقَالَ اِمْضِ اِلَیْہِ۔

پھر ابن زیاد نے اپنی فوج میں اعلان کیا اور کہا کہ کون میرے پاس حسینؑ کا سر لائے گا اور اسے دس برس تک کے لئے رے کی حکومت ملے گی تو عمر سعد کھڑا ہوگیا اور کہا کہ میں اسے انجام دوں گا اے امیر۔ کہا اچھا پھر جاؤ ان کے مقابلہ کو۔

[۱۵]

ابن سعد کے اشعار: اَاَتْرُکُ مُلْکَ الرَّیِّ۔۔الخ والے تو مشہور ہیں مگر اس مقتل میں ان کے بعد ہاتف کی

زبانی ان کا جواب بھی مذکور ہے جو اس مقتل کے منفردات میں سے ہے۔

[۱۶]

عمر سعد کی طرف سے کثیر بن شہاب بحیثیت قاصد بھیجا گیا اس موقع پر تاریخ طبری وغیرہ میں ہے کہ ابوثمامہ صائدی نے کہا کہ میں تجھے تلوار لے کر نہ جانے دوں گا۔مگر اس مقتل میں ابوثمامہ کا ذکر بس اتنا ہے کہ انھوں نے کہا: ''هَذَا مِنْ اَشَرِّ اَهْلِ الْاَرْضِ'' یہ دنیا کے بدترین لوگوں میں سے ہے۔مگر اس کے بعد ہے:

فَقَالَ لَهُ زُهَيْرُ بْنُ الْقَيْنِ اَلْقِ سَلَاحَکَ وَ ادْخُلْ۔

زہیر قین نے اس سے کہا کہ اپنے ہتھیار کھول کر یہاں ڈال دو اور پھر اندر جاؤ۔

اس نے اس سے انکار کیا، اور واپس گیا۔اس کے بعد پھر دوسرا قاصد خزیمہ کو بتایا گیا ہے، جو آ کر انصار سیدالشہداؑ میں شامل ہو گیا اور شہید ہوا۔ اس کا کہیں دوسری جگہ ذکر نہیں ہے۔

[۱۷]

عمر سعد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ رات کو آیا کرتا تھا اور کافی رات گئے تک امام حسینؑ سے گفتگو کیا کرتا تھا۔اس پر خولی بن یزید نے شکایت کا خط ابن زیاد کو لکھا اور اس پر ابن زیاد نے عتاب نامہ بھیجا، جس میں بندش آب کا حکم تھا۔

[۱۸]

گھاٹ پر پہرہ دینے کے لئے عمرو بن الحجاج زبیدی مقرر ہوا تھا۔ اس میں پہلے حجار بن الجبر کا نام ہے کہ وہ چار ہزار سواروں کا سردار بنا کر گھاٹ پر معین کیا گیا، پھر شیث بن ربعی ایک ہزار سواروں کے ساتھ۔

[۱۹]

روز عاشور جو امام کا خطبہ ہے، اس کا بندشِ آب کے دوسرے دن یعنی ۸؍محرم کو ذکر کیا گیا ہے۔اسی طرح زہیر بن قین کی تقریر اور شمر سے ردوبدل اور اس کے بعد جناب عباسؑ کا ایک جماعت اصحاب کے ساتھ پانی لینے کو جانا اور جنگ اور شہادت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، جس میں وہ مشہور اجزاء بھی ہیں۔یعنی فوج کو منتشر کر کے فرات پر آب کا پہنچنا، مشک بھرنا اور پانی چلو میں لے کر پینے کا ارادہ کرنا اور پھر امام حسینؑ کی پیاس یاد کر کے پانی کو پھینک دینا اور پیاسے نہر سے نکل آنا اور تیروں کی بارش ہونا۔اور اس کے بعد داہنے ہاتھ کا قطع ہونا اور پھر بائیں ہاتھ کا قطع ہونا، اس کے بعد ہے:

فَانْكَبَّ عَلَى السَّيْفِ بِفِيْهِ وَ حَمَلَ عَلَى الْقَلْبِ فَقَاتَلَهُمْ قِتَالاً شَدِيْدًا۔

انھوں نے تلوار کو اپنے منھ میں لے لیا اور قلب لشکر پر حملہ کر دیا اور سخت جنگ کی۔

اس کے بعد سر پر لوہے کے عمود کا پڑنا اور گھوڑے سے زمین پر گرنا۔اس موقع پر لکھا ہے:

وَ هُوَ يُنَادِيْ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْکَ مِنِّیْ السَّلَامُ۔

وہ صدا دے رہے تھے اے ابوعبداللہ! آپ کو میرا سلام قبول ہو۔

پھر خلاف مشہور یہ بات ہے کہ امام حسینؑ کے لئے لکھا ہے:

ثُمَّ حَمَلَ عَلَىٰ الْقَوْمِ وَكَشَفَهُمْ عَنْهُ وَنَزَلَ اِلَيْهِ وَحَمَلَهُ عَلَىٰ ظَهْرِ جَوَادِهٖ وَاَقْبَلَ بِهٖ اِلَىٰ الْجَنَةِ وَطَرَحَهُ وَبَكَىٰ عَلَيْهِ بُكَاءً شَدِيْداً حَتّٰى بَكَىٰ جَمِيْعُ مَنْ كَانَ حَاضِرًا۔

پھر آپ نے اس فوج پر حملہ کر دیا اور اسے ہٹا دیا۔ اور گھوڑے سے اترے اور لاش کو پشت فرس پر رکھا اور اسے خیمہ کی طرف لائے اور رکھ دیا اور شدت کے ساتھ گریہ فرمایا یہاں تک کہ جتنے حاضرین تھے سب رونے لگے۔

اس کے بعد امام کے شبِ عاشور کے خطبہ کا ذکر ہے، یہ ترتیب بھی واقعات کی، مسلّمات کے خلاف ہے اور بعض اجزا درایۃً بھی درست نہیں ہیں۔ جیسے حضرت ابوالفضل العباسؑ کی لاش کا خیمہ میں لانا۔

[۲۰]

تاریخ میں انس بن حارث بن نبیہ کا ذکر ہے۔ اس مقتل میں اصحاب امام حسینؑ میں سے ایک انس بن کاہل کا ذکر ہے کہ انھیں امام حسینؑ نے نصیحت کے لئے ابن سعد کے پاس بھیجا۔ جب انس بن کاہل ابن سعد کا مایوس کن جواب لے کر واپس ہوئے تب حضرت نے خطبہ پڑھا:

اِنِّیْ لَسْتُ اَعْلَمُ اَصْحَابًا۔۔۔الخ جو مسلماً شب عاشور پڑھا گیا مگر اس مقتل میں اسے صبح عاشور درج کیا گیا ہے اور لطف یہ ہے کہ فقرہ اس خطبہ میں یہ درج ہے کہ:

هٰذَا اللَّيْلُ قَدْ اَسْوَلَ عَلَيْكُمْ۔

یہ دیکھورات کا پردہ پڑ گیا ہے۔

[۲۱]

ترتیب لشکر حسینی میں ہمیں یہ معلوم ہے کہ میمنہ پر زہیر بن قین تھے اور میسرہ پر حبیب بن مظاہر تھے، مگر یہاں پر ہلال بن نافع بجلی کو بتایا گیا ہے۔ حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ ہلال کوئی شہدائے کربلا میں تھے ہی نہیں۔

[۲۲]

خندق میں آگ کو روشن دیکھ کر ایک شخص جو فوج شام سے نکلا ہے اور اس نے امام کو مخاطب کر کے گستاخانہ جملہ کہا ہے، اس کا نام جبیرۃ الکلبی لکھا ہے، یہ بالکل نیا نام ہے۔

[۲۳]

قَالَ مَرْوَانُ بْنُ وَائِلَ لَمَّا رَأَيْتُ ذٰلِكَ مِنْ اَمْرِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَشَانِهٖ رَجَعْتُ عَنْ قِتَالِهٖ فَقَالَ لِيْ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ مَالَكَ رَجَعْتَ عَنْ قِتَالِهٖ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ اِنِّیْ رَأَيْتُ مَالَمْ تَرَوْا مِنْ اَهْلِ هٰذَا الْبَيْتِ وَاللّٰهِ لَا قَاتَلْتُ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَصْحَابَهٗ اَبَدًا۔

مروان بن وائل کا بیان ہے کہ جب میں نے امام حسینؑ کی یہ بات اور ان کا یہ مرتبہ دیکھا تو میں ان کی جنگ سے کنارہ کشی کر کے واپس ہو گیا تو مجھ سے عمر سعد نے کہا کیوں تم ان کی جنگ سے واپس آ گئے میں نے کہا بخدا میں نے ان اہلبیتؑ سے وہ دیکھا ہے جو تم لوگوں نے نہیں دیکھا تو بخدا میں حسینؑ اور ان کے اصحاب سے کبھی جنگ نہیں کروں گا۔

یہ مروان نام بھی بالکل اجنبی ہے اور یہ قصہ بھی اس مقتل کے منفردات میں سے ہے۔

[۲۴]

نماز ظہر کے قبل زہیر بن قین کی جنگ لکھی ہے جس میں انھوں نے پچاس آدمی فوج دشمن کے قتل کئے اور پھر نماز کی شرکت کے لئے جنگ سے واپس آ گئے۔ مگر جو تاریخی واقعہ مشہور ومعروف ہے، یہ ہے کہ حضرت نے سعید بن عبداللہ اور زہیر بن قین کو اپنے سامنے کھڑا کر کے نماز ظہر ادا فرمائی۔

[۲۵]

نماز ظہر کے بعد امام کا اصحاب کو ترغیب وتحریص کرنا اور اس پر بیبیوں کا خیموں سے نکلنا اور جوش دلانا۔ یہ روایت جو بعض مقاتل میں ہے اس کا ماخذ غالباً یہی مقتل ہے۔ اس روایت پر ماضی میں کافی بحث ہو چکی ہے، اور ہمارے خیال میں اسے نا قابل قبول سمجھنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

[۲۶]

تقریباً بدیہیات تاریخ میں سے ہے کہ کربلا میں شہداء کی ترتیب اس طرح تھی کہ پہلے تمام اصحاب شہید ہوئے تھے اور جب اصحاب میں سے کوئی باقی نہ رہا اس وقت اعزا کی باری آئی، مگر اس مقتل میں وہب بن عبداللہ کلبی اور پھر طرماح بن عدی (جن کا وجود بھی کربلا میں از روئے تحقیق نہیں تھا) کی شہادت کے بعد عبداللہ بن مسلم بن عقیل کی اور پھر عون بن عبداللہ (ابن جعفر) کی مبارزطلبی اور شہادت لکھ دی ہے، اور پھر اصحاب کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور کہا ہے:

وَبَرَزَ مَنْ بَعْدَهُ جَابِرُ بْنُ عُرْوَةَ الْغَفَّارِیْ۔

ان کے بعد جابر بن عروہ غفاری میدان جنگ میں گئے۔

پھر مالک بن داؤد۔ ان کے بعد پھر موسیٰ بن عقیل اور ایک کوئی احمد بن محمد ہاشمی ان کے بعد لکھا ہے کہ حضرت نے ادھر اُدھر نظر کی تو کوئی اصحاب وانصار میں نظر نہ آیا اور حضرت نے صدائے استغاثہ بلند کی، پھر آپ کے اشعار رجز کے لکھ دیئے ہیں۔ اس استغاثہ اور رجز کے بعد اب حر بن یزید ریاحی کا ذکر آتا ہے کہ انھوں نے جو حضرت کا کلام سنا وہ اپنے چچا کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس سے کہا کہ اے چچا! تم سنتے ہو کہ حسینؑ استغاثہ کر رہے ہیں۔ اور کوئی جواب دینے والا نہیں ہے اور ان کے انصار اور بیٹے سب قتل ہو گئے، چچا نے ان کی بات ماننے سے انکار کیا تو وہ اپنے بیٹے کی طرف متوجہ ہوئے، وہ تیار ہو گیا۔

یہ سب کتنا مسلّمات تاریخ کے خلاف ہے؟

حر آغاز قتال میں امام کے پاس آ گئے تھے، اس وقت ایک شخص بھی قتل نہیں ہوا تھا۔ پھر حر کے ساتھ کہیں کہیں کتب مقاتل میں ان کے بیٹے اور بھائی کا تو ذکر ہے حالانکہ معتبر وہ بھی نہیں ہے مگر یہ چچا تو ان کا بالکل ہی نیا ہے۔

[۲۷]

حر کی بعد توبہ میدان میں جا کر جو رجز لکھی ہے، وہ تو بالکل اس مقتل کے بعد میں ساختہ وپرداختہ ہونے کی دلیل ہے اور یہ بھی کہ اس کا جمع کرنے والا بالکل تاریخ سے بے خبر یا مغفّل بھی تھا کیونکہ یہ رجز جو حر بن یزید ریاحی کی طرف

منسوب کی گئی ہے، یہ وہ اشعار ہیں جو عبداللہ بن الحرالجعفی نے واقعہ کربلا کے بعد کہے ہیں، اس وقت جب ابن زیاد نے اس پر عتاب کیا ہے۔ اس بنا پر کہ وہ واقعہ کربلا میں امام کے مقابلہ پر کیوں نہیں گیا تو اس کے جواب میں اس نے یہ اشعار کہے ہیں۔ خود ان اشعار کے مضامین بھی اس کا پتہ دیتے ہیں۔ اس نے کہا ہے:

''مجھے تو اس کی ندامت ہے کہ میں نے حسینؑ کی نصرت کیوں نہ کی۔''

یہ حر کیوں کہتے جو اس وقت نصرت ہی کے لئے میدان میں آئے تھے، پھر اس میں آگے یہ ہے کہ

''میں اب تمنا رکھتا ہوں کہ فوجیں لے کر حسینؑ کے خون کا بدلا لینے کے لئے تمہارے مقابلہ پر آؤں۔''

پھر شہدائے کربلا کو اس میں یاد کیا ہے، ان کی بہادری کی تعریف کی گئی ہے اور کہا ہے کہ میں ان کی قبروں پر کھڑا ہوتا ہوں تو میری آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں۔ اس سب کہنے کا حر سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟

یہ روایت کی کمزوری نہیں بلکہ فاش غلطی ہے جس کے بعد اس مقتل کے بے اصل ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا۔

[۲۸]

حر جب جنگ کر چکے اور ان پر تیر باری ہوئی جس سے وہ چور ہو گئے تو لکھا ہے کہ انھیں دشمنوں نے قید کر لیا اور سر کاٹ کے امام کے پاس بھیجا۔ یہ بھی تواریخ اور مقاتل کے خلاف ہے بلکہ امام حسینؑ ان کی لاش پر گئے ہیں۔

[۲۹]

حر کے بعد اس مقتل کے موجد کے نزدیک اصحاب واعزاء میں تو کوئی اور تھا نہیں۔ اس لئے اب اس نے کہا ہے کہ پھر امام نے صدائے استغاثہ بلند کی اور اب امام حسینؑ کے دو بچے احمد اور قاسم میدان میں آئے۔

یہ سب باتیں وہ ہیں جنھیں واقعۂ کربلا کے سلسلہ میں درخور اعتناء نہیں سمجھا گیا۔ جناب قاسم کی رخصت اور شہادت مستقل طور پر نقل ہوتی رہی ہے، وہ ہنگامی طور پر کسی صدائے استغاثہ کے اثر سے مضطربانہ میدان میں نہیں آئے تھے، اور احمد بن الحسنؑ کا تو شہدائے کربلا میں وجود ہی محقق نہیں ہے۔

[۳۰]

رخصت امام حسینؑ کے وقت یہ کہنا کہ رُدَّنَا اِلٰی حَرَمِ جَدِّنَا اس کی نسبت جناب سکینہ کی طرف مشہور و معروف ہے اور اسے جناب سکینہ کی کمسنی پر محمول کر کے درست سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر اس مقتل میں یہ قول جناب ام کلثوم کی طرف منسوب ہے۔ غالباً اسی کی بنا پر ملا محمد تقی برغانی نے بھی مجالس المتقین میں اس کی نسبت جناب ام کلثوم کی طرف دی ہے اس صورت میں یہ بالکل ناقابل قبول معلوم ہوتا ہے۔

[۳۱]

منہال کا ایک مکالمہ امام زین العابدینؑ سے دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے مگر ان میں یہ ہے کہ منہال کی ایک دن دمشق کے کسی راستے میں امام زین العابدینؑ سے ملاقات ہوئی اور اس وقت یہ گفتگو ہوئی مگر اس مقتل میں یہ

عجیب چیز ہے کہ عین دربار یزید میں جب خطیب نے خطبہ پڑھا اور پھر امام زین العابدینؑ نے خطبہ کی اجازت چاہی اور بمشکل اجازت ملی اور آپ نے خطبہ پڑھا۔ اور یزید نے اثنائے خطبہ میں اذان کا حکم دے دیا اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ کی آواز پر امام زین العابدینؑ نے یزید کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ میرے جد بزرگوار تھے یا تیرے۔ اس وقت اس مقتل میں لکھا ہے کہ:

فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ جَوَابًا وَدَخَلَ دَارَهُ وَقَالَ لَا حَاجَةَ لِيْ بِالصَّلٰوةِ۔

اس نے کچھ جواب نہ دیا اور اپنی حرم سرا میں داخل ہو گیا اور کہا کہ اب مجھے نماز کی ضرورت نہیں۔

اس سے متصل کر کے تحریر ہے:

قَالَ فَقَامَ الْمِنْهَالُ اِلٰى عَلِيِّ ابْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَام فَقَالَ لَهُ كَيْفَ اَصْبَحْتَ۔۔۔ الخ

راوی کا بیان ہے کہ اس پر منہال کھڑے ہو کر امام زین العابدینؑ کے پاس آئے اور آپ سے کہا کہئے! آپ کا کیا حال ہے؟

حالانکہ یہ گفتگو اس وقت انتہائی بے جوڑ ہے، اور اس کے غلط ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

اتنی مثالیں ہمارے خیال میں اس مقتل کے مرتبہ ومقام کو نمایاں کرنے کے لئے کافی ہیں اور چونکہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ اس مقتل میں درج ہونے کے باوجود ہمارے دوسرے مورخین اور علماء نے انھیں اپنی کتابوں میں درج نہیں کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اسے علمائے سلف نے قابل اعتبار نہیں سمجھا۔ نہ اس کے زیادہ تر روایات کو شہرت عام کا درجہ حاصل ہوا۔

علی نقی النقوی

۱۳/ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ

کربلا

تذہیب نگروری

کچھ اس طرح سے دل کو لبھاتی ہے کربلا
شبّیریت کا جام پلاتی ہے کربلا
نوحہ جسے بھی اپنا سناتی ہے کربلا
یہ کہکشائیں، شمس و قمر سب ہی ہیچ ہیں
مرعوب بادشاہوں سے ہوتی نہیں کبھی
کرب و بلا سے جس کا بھی رشتہ ہے استوار
سینے میں اس کے جذبۂ بیدار ہے نہاں
اے غافلو! یہ گلشنِ علم و عمل بھی ہے
بس اس سبب ہے خامۂ تذہیبؔ، بے گناہ

پل بھر میں حُر کو اپنا بناتی ہے کربلا
طرزِ یزیدیت سے بچاتی ہے کربلا
سامع کو زار زار رُلاتی ہے کربلا
آنکھوں میں اپنی صرف سماتی ہے کربلا
ٹھوکر سے تخت و تاج اُڑاتی ہے کربلا
محشر تلک وہ رشتہ نبھاتی ہے کربلا
جو سو رہے ہیں ان کو جگاتی ہے کربلا
علم و عمل کے پھول کھلاتی ہے کربلا
کیا اچھا، کیا برا ہے بتاتی ہے کربلا